مرحوم کا قرض اتارنے سے متعلق تفصیلی فتویٰ

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: FSD-9141

تاریخ اجراء: 14ربیع الاخر1446ھ/18اکتوبر2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ والد کے انتقال کے بعد قرض کی ادائیگی کیسے کریں، جبکہ یہ معلوم ہو کہ والد نے قرض لیا ہے اور رقم بھی معلوم ہے، مگر قرض خواہوں کا علم نہ ہو؟ نامعلوم شخص کے قرض کا حکم یہ ہوتا ہے کہ بعد تتبع و تلاش بنیتِ ثواب صدقہ کر دیا جائے، مگر میت کا ترکہ تو ورثا کا حق ہے، اِس میں یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ نیز قبل از ادائے قرض وراثت کیسے تقسیم کریں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

(1) اولاً یہ سمجھ لیجیے کہ میت کا کُل ترکہ ورثا کا حق نہیں ہوتا، بلکہ میت کے مال کے ساتھ چار حقوق متعلق ہوتے ہیں اور ان سب میں ترتیب بھی ضروری ہے: سب سے پہلے میت کے کفن دفن کا انتظام و انصرام کیا جائے گا، پھر قرضے کی ادائیگی، پھر بقیہ ترکے میں سے تہائی 3/1 مال سے وصیت پوری کی جائے گی، اس کے بعد بچنے والا مال ورثا میں ان کے شرعی حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا، اگر قرض وغیرہ کی ادائیگی کے بعد کچھ بھی نہ بچے، تو ترکہ میں ورثا کا حق ثابت ہی نہیں ہوگا۔

(2) جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرض خواہوں کا علم نہیں، تو کیا کریں، تو اولاً کوشش کر کے قرض خواہوں کی معلومات لی جائے، انہیں تلاش کیا جائے، فی زمانہ کسی شخص کو تلاش کرنا زیادہ مشکل نہیں، بہت سے ذرائع اپنائے جا سکتے ہیں، مثلاً: بعض اوقات انسان نے اپنے پاس حساب کتاب لکھ کر رکھا ہوتا ہے، تو اس سے معلوم کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ کس کا کتنا قرض ادا کرنا ہے، اِسی طرح مرحوم کا عموماً لین دین کن لوگوں سے ہوتا تھا، اُن کی معلومات لی جاسکتی ہے، لہٰذا اولاً حتی الامکان اصل مالک کو تلاش کیا جائے، وہ مل جائے، تو اسے ادا کیا جائے اور اگر اس کا انتقال ہو چکا ہے، تو اس کے ورثا کو تلاش کر کے ان تک پہنچایا جائے۔

اور ترکہ کی تقسیم کے متعلق حکم شرعی یہ ہے کہ اگر فی الحال قرض خواہ کی معلومات کی صورت ممکن نہ ہو اور تقسیمِ وراثت ضروری ہو، تو شرعاً اس بات کی اجازت ہے کہ قرض کی رقم الگ کرنے کے بعد بقیہ مال، ورثا میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کر دیا جائے، کیونکہ اگر قرض کی رقم نکالنے کے بعد مال بچتا ہو، تو وراثت تقسیم نہ کرنے سے ورثا کو ضرر ہو گا، اِس لیے استحساناً ایسا کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور صورتِ مسئولہ میں بھی قرض کی مقدار معلوم ہے، لہٰذا قرض کی رقم نکال کر بقیہ ترکہ تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پھر بعد میں اگر واقعی اچھے انداز سے تتبع اور تلاش کے باوجود قرض خواہوں کی معلومات نہیں ملتی اور آئندہ بھی ملنے کی امید نہ ہو، تو ورثا پر لازم ہے کہ وہ رقم کسی شرعی فقیر یعنی مستحقِ زکوٰۃ مسلمان پر قرض خواہوں کی طرف سے صدقہ کر دیں، اس طرح کرنے سے مقروض اس سے بریٔ الذمہ ہو جائے گا اور آخرت میں مؤاخذہ نہیں ہو گا۔

تنبیہ! یاد رہے! صدقہ کرنے کے بعد اگر قرض خواہ مل جاتے ہیں اور اِس صدقہ پر راضی نہیں ہوتے، تو انہیں اُن کی رقم دینی لازم ہو گی۔

(1) مالِ میت کے ساتھ بالترتیب چار حقوق متعلق ہوتے ہیں، جیسا کہ علامہ سراج الدین محمد بن عبد الرشید سجاوندی حنفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سال وفات: 600ھ) لکھتے ہیں: ”قال علماء نا رحمهم الله تعالیٰ تتعلق المیت حقوق اربعة مرتبة، الاول: یبداء بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیر ولا تقصیر ثم تقضی دیونه من جمیع ما بقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة واجماع الامة“ ترجمہ: ہمارے علمائے عظام رحمھم اللہ السلام فرماتے ہیں: میت کے ساتھ چار حقوق ترتیب وار متعلق ہوتے ہیں، پہلا یہ کہ ابتداءً میت کی تجہیز و تکفین بغیر کسی فضول خرچی اور کمی کے کی جائے گی، پھر بقیہ مال سے اس کے قرضے ادا کیے جائیں گے، پھر قرض سے جو رقم بچے گی اس کی ایک تہائی 1/3 میں وصیت نافذ ہو گی، پھر باقی مال، ورثا کے درمیان کتاب و سنت اور اجماعِ امت سے ثابت شدہ طریقہ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ (السراجی فی المیراث، صفحہ 11، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مرحوم کا قرض ادا کرنے کی کس قدر اہمیت ہے، اِس کا اندازہ اِس حدیث پاک سے لگائیے، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے: ”عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يؤتى بالرجل المتوفى عليه الدين، فيسأل: هل ترك لدينه فضلا، فإن حدث أنه ترك لدينه وفاء، صلى، وإلا قال للمسلمين: صلوا على صاحبكم، فلما فتح الله عليه الفتوح، قال: أنا أولى بالمؤمنين من أنفسهم،

فمن توفي من المؤمنين فترك دينا، فعلي قضاؤه، ومن ترك مالا فلورثته" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس ایسی میت کو لایا جاتا جس پر قرض ہوتا، تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پوچھتے کیا اس نے اپنے قرض کے لیے کوئی زائد مال چھوڑا ہے؟ اگر بیان کیا جاتا کہ مکمل قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے، تو آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نماز جنازہ ادا فرماتے، ورنہ مسلمانوں سے فرماتے کہ اپنے ساتھی پر نماز جنازہ پڑھ لو، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کشائش فرمائی، تو ارشاد فرمایا کہ میں مومنوں کی جانوں کا ان سے زیادہ حق دار ہوں، لہٰذا جو بندۂ مومن اپنے ذمہ قرض چھوڑ کر فوت ہو تو اس کو ادا کرنا مجھ پر لازم ہے اور جس نے مال چھوڑا ہو، تو وہ اُس کے ورثا کے لیے ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الکفالۃ، جلد 1، صفحہ 404، مطبوعہ لاھور)

قرض کی ادائیگی تقسیمِ ترکہ سے پہلے ضروری ہے، جیسا کہ جامع ترمذی، مسند احمد، مشکوۃ المصابیح اور دیگر کتبِ احادیث میں ہے: "عن علي أنه قال: إنكم تقرءون هذه الآية: (من بعد وصية توصون بها أو دين) (النساء: 12) وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضى بالدين قبل الوصية" ترجمہ: حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا: تم یہ آیت پڑھتے ہو کہ "جو وصیت تم کر جاؤ اس کے بعد یا قرض نکال کر" حالانکہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قرض کا وصیت سے پہلے حکم دیا ہے۔ (سنن الترمذی، جلد 3، صفحہ 600، مطبوعہ دار الغرب الاسلامی، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث پاک کے تحت مفتی محمد احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1391ھ / 1971ء) لکھتے ہیں: "خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں وصیت کا ذکر قرض سے پہلے فرمایا گیا کہ ارشادِ باری میں پہلے وصیت ہے پھر قرض، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے قرض کو وصیت پر مقدم فرمایا کہ تجہیز و تکفین کے بعد میت کا قرض ادا کرو پھر بعد ادائے قرض، تہائی مال سے وصیت جاری کرو، پھر میراث تقسیم کرو، حضورِ انور کا یہ عمل قرآن کریم کے مخالف نہیں، بلکہ اس کی تفسیر ہے جس سے بتا دیا گیا کہ قرض ذکر میں پیچھے ہے، مگر عمل میں پہلے چونکہ وارثوں پر وصیت پوری کرنا شاق گزرتا ہے، قرض شوق سے ادا کر دیتے ہیں اس لیے اہتماماً پہلے وصیت کا ذکر فرمایا۔" (مرآۃ المناجیح، جلد 4، صفحہ 373، مطبوعہ ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، لاھور)

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں: "ادائے دُیون تقسیم ترکہ پر مقدم ہے، پس جب تک مہر اور دیگر دیون بھی اگر ہوں، ادا نہ ہولیں، تقسیم نہ کرنا چاہیے۔" (فتاوی

رضویہ، جلد26، صفحہ119، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

یہی وجہ ہے کہ اگر ترکہ صرف اتنا ہو کہ قرض ہی ادا ہو سکتا ہے، تو وارث کی ملکیت میں کچھ نہیں آئے گا، چنانچہ امام اہلسنت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ "اشباہ" کے حوالے سے لکھتے ہیں: "فان الدین المحیط یمنع ملک الوارث، کمافی الاشباہ وغیرھا (یعنی) جو دَین تمام مال کو محیط ہو، وہ وارث کی ملکیت سے مانع ہوتا ہے، جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ562، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

(2) فوت ہونے والا مقروض ہو اور قرض خواہ معلوم ہو، تو ورثا پر قرض کی ادائیگی ہی لازم ہے، جیسا کہ درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام میں ہے: "وأما إذا كان صاحبها متوفى فللمستودع أن يعطي تلك الوديعة إلى دائن المتوفى إن كان الدائن المذكور معروفا، لأن المستودع أتى بفعل كان على وصي المتوفى أن يفعله، لأنه قضى من له الحق وهو غريم الميت وليس للابن ميراث حتى يقضي الدين، ملخصاً"

ترجمہ: بہر حال اگر امانت رکھوانے والا فوت ہو جائے اور اس کا قرض خواہ معلوم ہو، تو مستودع کے لیے اس کے قرض خواہ کو دینا جائز ہے، کیونکہ اس نے وہ کام کیا ہے جو میت کے وصی پر کرنا لازم تھا، اس لیے کہ اس نے صاحبِ حق یعنی میت کے قرض خواہ کو اس کا حق ادا کیا ہے اور بیٹے کے لیے تب تک میراث لینا جائز نہیں جب تک (مرحوم والد کا ترکہ سے) قرض ادا نہ کر دے۔ (درر الحکام فی شرح مجلۃ الأحکام، جلد2، صفحہ309، مطبوعہ دار الجیل)

اگر فی الحال قرض خواہ معلوم نہ ہوں اور قرض پورے ترکہ کو محیط نہ ہو، تو قرض کی رقم الگ کر کے بقیہ ترکہ تقسیم کر سکتے ہیں، جیسا کہ تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "(ولا) ينبغي أن (يصالح) ولا يقسم (قبل القضاء) بالدين (في غير دين محيط ولو فعل) الصلح والقسمة (صح) لأن التركة لا تخلو عن قليل دين فلو وقف الكل تضرر الورثة فيوقف قدر الدين استحسانا وقاية لئلا يحتاجوا إلى نقض القسمة، بحر"

ترجمہ: اگر دَین تمام ترکہ کو محیط نہ ہو، تب بھی ادائے قرض سے پہلے صلح اور وراثت تقسیم نہیں کرنی چاہیے، لیکن اگر کر لی، تو درست ہو جائے گی، کیونکہ عموماً ترکہ میں کچھ نہ کچھ قرض ہوتا ہی ہے، اگر پورے ترکہ کو روک لیا جائے، تو ورثا کو ضرر ہو گا، لہٰذا استحساناً بقدر قرض الگ رکھا جا سکتا ہے، وقایہ، تاکہ دوبارہ تقسیمِ وراثت کو ختم کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ (تنور الابصار والدر المختار، فصل فی التخارج، جلد8، صفحہ493، مطبوعہ کوئٹہ)

اسی بات کو "**بہار شریعت**" میں صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1367ھ / 1947ء) نے یوں بیان کیا: "میّت پر کچھ دَین ہے مگر اتنا نہیں کہ پورے ترکہ کو مستغرق ہو، تو جب تک دَین ادا نہ کر

لیا جائے، تقسیمِ ترکہ و مصالحت کو موقوف رکھنا چاہیے، کیونکہ ادائے دَین میراث پر مقدم ہے، پھر بھی اگر ادا کرنے سے پہلے تقسیم و مصالحت کرلیں اور دَین ادا کرنے کے لیے کچھ ترکہ جدا کر دیں، تو یہ تقسیم و مصالحت صحیح ہے، مگر فرض کرو کہ وہ مال جو دَین ادا کرنے کے لیے رکھا تھا، اگر ضائع ہو جائے گا تو تقسیم توڑ دی جائے گی اور ورثہ سے ترکہ واپس لے کر دَین ادا کیا جائے گا۔" (بہارِ شریعت، جلد2، حصہ13، صفحہ1152، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تتبع اور تلاش کے باوجود بھی قرض خواہ نہ ملے اور آئندہ ملنے کی امید بھی نہ ہو، تو اُتنا مال اس کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے، جیسا کہ تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "(علیه دیون و مظالم جهل اربابها و ایس) من علیه ذالک (من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها من ماله و ان استغرقت جمیع ماله) هذا مذهب اصحابنا لا نعلم بینهم خلافا کمن فی یده عروض لم یعلم مستحقیها اعتبارًا للدیون بالاعیان (و) متی فعل ذٰلک (سقط عنه المطالبة) من اصحاب الدیون (فی العقبی)" ترجمہ: کسی شخص پر قرض اور مظالم (ظلم سے جمع شدہ مال) ہیں، جن کے مالکوں کا پتہ نہیں اور وہ مقروض ان مالکوں کی معرفت سے ناامید ہو چکا ہے، تو اس پر اس قرضہ کے برابر اپنے مال سے صدقہ کرنا ضروری ہے، اگرچہ اس کا سارا مال اس میں ختم ہو جائے، ہمارے ائمہ کا یہی مذہب ہے۔ ہمارے علم میں ان کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ جیسے کسی شخص کے پاس ایسا سامان ہو جس کے مستحقین معلوم نہیں، اعیان کے قرضوں پر قیاس کرتے ہوئے اور جب اس نے ایسا کر دیا یعنی صدقہ کر دیا تو آخرت میں قرض خواہوں کی طرف سے اس پر سے مطالبہ ساقط ہو گیا۔ (تنویر الابصار و الدر المختار، جلد6، صفحہ434، مطبوعہ کوئٹہ)

دَینِ اُجرت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں: "اسٹیشن پر جانے والی گاڑیاں اگر کوئی مانع قوی نہ ہو، تو ہر گاڑی کہ آمد و رفت پر ضرور آتی جاتی ہیں۔ اگر زید اسٹیشن پر تلاش کرتا، ملنا آسان تھا، اب بھی خود یا بذریعہ کسی متدین معتمد کے تلاش کرائے، اگر ملے، دے دیئے جائیں، ورنہ جب یاس و ناامیدی ہو جائے، اس کی طرف سے تصدق کر دے، اگر پھر کبھی وہ ملے اور اس تصدق پر راضی نہ ہو، اسے اپنے پاس سے دے۔ کما هو شان اللقطة و سائر الضوائع۔ (جیسا کہ لقطہ اور دیگر گری پڑی اشیاء کا حال ہوتا ہے۔)" (فتاوی رضویہ، جلد25، صفحہ55، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہی حکم مقروض کے فوت ہونے کے بعد ورثا کے لیے بھی ہے، چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1252ھ / 1836ء) لکھتے ہیں: "وإن علم الوارث دين مورثه والدين غصب أو

غیرہ فعلیہ أن یقضیہ من الترکۃ، وإن لم یقض فھو مؤاخذ بہ في الآخرۃ، **وإن لم یجد المدیون ولا وارثہ صاحب الدین ولا وارثہ فتصدق المدیون أو وارثہ عن صاحب الدین برئ في الآخرۃ**“ترجمہ: اور اگر وارث کو اپنے مورث کے قرض کا علم ہو، خواہ دَین غصب کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں، وارث پر لازم ہے کہ اس کو ترکہ سے ادا کرے اور اگر وہ ادا نہیں کرے گا، تو آخرت میں اِس کی پکڑ ہو گی **اور اگر مقروض یا اس کے وارث کو قرض خواہ یا قرض خواہ کے وارث کو علم نہ ہو، تو مقروض یا اس کا وارث، قرض خواہ کی طرف سے صدقہ کر دے، مورث آخرت میں اس سے بری ہو جائے گا۔**(ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب اللقطۃ، جلد6، صفحہ434، مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.fatwaqa.com
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net